رسائل و مسائل

رخصت و عزیمت

میرے والد صاحب ۲۰ سال سے بنک کے ملازم تھے۔ ۱۹۸۵۔۱۹۹۵ تک سودی کاروبار چھوڑ کر مختلف کاروبار کیے مگر لاحاصل' اب پھر بنک کی ملازمت کرلی ہے' حالات سے مجبور ہو کر۔ والد صاحب یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ ایسے حالات میں بنک کی نوکری مجبوری بن گئی ہے۔ میں رفیقہ جمعیت ہوں۔ یہ تو نہیں کہتی کہ بہت علم ہے میرے پاس' مگر دل ہے کہ مطمئن ہونے کو نہیں آتا۔ حرام کمائی' کبھی صحیح کام نہیں کر سکتی! ہر قسم کی آمدنی (تنخواہ) جو گھر آتی ہے وہ غلط ہے' کھانا پینا مشکل ہو گیا ہے۔ جب نوالہ اندر جانے لگے' خوف محسوس ہوتا ہے۔ جسم پر نظر پڑے "تو جو جسم حرام کمائی سے پلے' اس کے لیے آگ ہی موزوں ہے" کی صدا سنائی دیتی ہے۔ مولانا عبدالمالک سے پتا کیا تھا۔ انھوں نے کہا "بقدر ضرورت لے سکتی ہیں' اس لیے کہ آپ کے ولی ہیں وہ"۔ مگر بقدر کے لیے کیا حد ہے؟ کیا اتنا کہ سانس آجا سکے۔ یہ عمر ایسی ہے کہ چلتے پھرتے بھوک لگتی رہتی ہے' گھر میں کوئی اونچ نیچ ہو جاتی ہے تو لگتا ہے اسی حرام کمائی کا کمال ہے۔ ابا جان کی داڑھ اور پاؤں میں درد تھا اور میں دل میں کہہ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہلکا ہلکا درد کر کے کہہ رہے ہیں کہ اس بڑے درد سے بچو۔ ابا جان سے کہا بھی--- مگر کہتے ہیں' مجبوری ہے۔ اگر ایسا نہیں ہو گا تو گزارہ کیسے ہو گا؟

مزید یہ کہ بعض اوقات رشتے داروں کے ہاں جاتے ہیں اور پتا ہوتا ہے کہ ان کے ذرائع آمدنی ٹھیک نہیں۔ ان کے ہاں بھی یہی مشکل ہے۔

میں ایک بچے کو پڑھاتی بھی ہوں۔ جو ۳۰۰ روپے مجھے ملتے ہیں' وہ کتابیں خریدنے اور اعانت دینے میں صرف ہو جاتے ہیں۔ مولانا عبدالمالک صاحب نے کہا تھا کہ اگر آپ خود سے کوئی کام کر سکتی ہیں اور اس سے اتنی آمدنی ہو کہ آپ اپنے اخراجات خود اٹھا سکیں تو پھر والد سے نہ لیں۔ اگر دو چار بچے اور پڑھا لوں تو آمدنی میں اضافہ متوقع ہے۔ آپ مشورہ دیں۔

جمعیت کے کاموں کے سلسلے میں جب ادھر ادھر جانا پڑتا ہے تو بھی والدین ناراضی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کام کو سمجھتے ہیں مگر معاشرے سے ڈرتے ہیں۔ جانے سے پہلے منع کرتے ہیں اور اگر میں مخالفت کے باوجود بھی چلی جاؤں اور آکر مختلف طریقوں سے راضی کرنے کی کوشش کروں تو مان بھی جاتے ہیں' مثلاً

خدمت سے دل جیت کر یا اس طرح کے اور ذرائع، ان میں کوئی حرج تو نہیں؟

مولانا عبدالمالک صاحب کی ایک بات بہت یاد آتی ہے۔ کمزور ایمان کے لوگ کبھی انقلاب نہیں لایا کرتے۔ میں ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ یہ بات میرے متعلق کہی جائے۔ مجھے رخصت کی راہ نہیں عزیمت کی راہ درکار ہے --- فتویٰ کا نہیں تقویٰ کا راستہ چاہیے۔ میں کونے میں چھپ چھپ کر رو نہیں سکتی۔ میں صرف دل ہی میں برا نہیں جان سکتی۔ عمل کے میدان کے لیے راہنمائی درکار ہے۔

اللہ کی نافرمانی سے بچنے، خصوصاً حرام رزق سے بچنے کے لیے آپ کی تڑپ اور بے چینی دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اپنے گناہوں کو دیکھتے ہوئے آپ پر رشک بھی آیا۔ یہ سب اللہ کی دین ہے، اس سے دعا ہے کہ وہ اسے باقی رکھے، استقامت بخشے، اور اس حرام سے بچنے کی فکر کو کھانے پینے تک ہی محدود نہ رکھے۔ حرام کا دائرہ معاملات میں بھی ہے، زبان کے اعمال میں بھی ہے، مثلاً غیبت، تمسخر وغیرہ۔ اور دل کے اعمال میں بھی، مثلاً کبر اور حسد وغیرہ۔ اللہ ضرور آپ کی مدد کرے گا، اگر آپ دین حنیف کے سیدھے اور صاف اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں گی۔

پہلے تو چند بنیادی باتیں ہیں:

۱۔ میں آپ کو یقیناً رخصت نہیں عزیمت کا مشورہ دوں گا۔ لیکن آپ کو عزیمت کے صحیح معنی سمجھنا چاہییں۔ فتویٰ اور تقویٰ میں کوئی اختلاف و تضاد نہیں۔ فتویٰ، اِلّا یہ کہ وہ حیلہ نفس کی خاطر دیا گیا ہو، تقویٰ کی طرف ہی راہ نمائی کرتا ہے۔ عزیمت کے معنی یہ ہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم ہے، جس پر صحیح راہ نمائی یا علم حاصل ہو گیا ہو، آپ اس پر اطمینان قلب کے ساتھ جم جائیں۔ اگر اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم میں ہی کوئی آسانی، سہولت پائی جاتی ہو، اس پر عمل کرنا بھی عزیمت ہے۔ سفر میں نماز قصر نہ کرنا عزیمت نہیں ناشکری ہے۔ بیماری میں روزے رکھنا بھی عزیمت نہیں۔ سفر میں، خصوصاً جہاد میں، روزے کو ترک کرنے کا حکم خود حضورؐ نے دیا ہے۔ حضورؐ کے حکم پر، نقش قدم پر چلنا ہی عزیمت ہے۔ جب ہاتھ روکے رکھنے کا حکم ہو تو مزاحمت نہ کرنا اور نہ لڑنا ہی عزیمت، جب قاتلوا کا حکم ہو، تو پیٹھ نہ دکھانا عزیمت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں سوتا بھی ہوں، قیام لیل بھی کرتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں، اور چھوڑ بھی دیتا ہوں --- اور میں سب سے زیادہ تقویٰ کرنے والا ہوں۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ دین آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسانی رکھی ہے، مشکل و مشقت نہیں۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (البقرہ) اور فرمایا ہے یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ، وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (نساء ۴:۲۸) اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اسلام کا نام ہی

اس نے "الیسریٰ" رکھا ہے اور فرمایا ہے، مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ (المائدہ ۵:۶) اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے۔ جو الیسریٰ پر چلتا ہے، سید قطب کے الفاظ میں، اس کے عمل میں سہولت ہوتی ہے، اس کے تصور و افکار میں نرمی و سہولت ہوتی ہے، وہ اپنے نفس کے ساتھ بھی نرمی برتتا ہے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ "جب حضورؐ کو دو کاموں میں سے کسی ایک کام کو کرنے کا اختیار دیا جاتا تو آپؐ اس میں سے آسان تر کو اختیار فرماتے" (بخاری، مسلم)۔ ایسا کرنا عزیمت کے خلاف نہ ہوتا۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ دین پر عمل کرتے ہوئے استقامت سے عمل کرنا چاہیے۔ جہاں سہولت ہو، وہاں اسے عزیمت کے نام پر رد نہ کرنا چاہیے۔ جہاں نہ ہو، وہاں خواہ مخواہ ہوائے نفس کی خاطر سہولت اور آسانی پیدا نہ کرنا چاہیے۔ جو دین کی سہولتوں سے اجتناب کرے اور اپنے کو سختیوں میں ڈالے، اس کے بارے میں نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ "یہ دین آسان ہے۔ جو شخص (آسانی کو چھوڑ کر) دین سے دھینگا مشتی کرے گا، وہ دین سے شکست کھائے گا (اور زچ ہو جائے گا)" (بخاری)۔ اور فرمایا: "اپنے آپ کو سختیوں میں نہ ڈالو، نہیں تو تم پر سختی کی جائے گی۔ ایک گروہ نے خود کو سختیوں میں ڈالا، تو وہ سختیوں کے حوالے کر دیے گئے"۔ (ابو داؤد)

دین کی راہ میں جو سختیاں اور آزمایشیں آئیں، ان کو کبھی طلب نہ کرنا چاہیے۔ اس میں مومن کا رویہ، خوف، عاجزی اور تواضع سے بھرپور ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت دعا کرتا ہے کہ لَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ عزیمت کو طلب کرنے میں ایک قسم کا ادعائے نفس اور کبر بھی شامل ہو سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے آپ کا معاملہ یہ نہیں، یہ طلب صادق ہے۔ لیکن طلب صادق سے ہی آدمی اس درخت تک پہنچ جاتا ہے جس کے قریب جانا منع کیا گیا ہو۔

اب ان باتوں کی روشنی میں آپ غور کریں۔ آپ خود ہی جانتی ہیں کہ ابھی آپ کے پاس علم بہت نہیں، جذبہ اور لگن کی فراوانی ہے۔ سلف سے یہی طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جب علم نہ ہو تو اس عالم سے پوچھو جس پر اعتماد ہو۔ پھر جو وہ بتائے اس پر، آنکھیں کھلی رکھ کر، عمل کرو۔ آپ نے مولانا عبدالمالک صاحب جیسے بزرگ عالم سے، جو خود عزیمت کی راہ کے شہ سوار ہیں، فتویٰ پوچھا اور انھوں نے آپ کو شریعت کا حکم بتا دیا کہ "لے سکتی ہیں، اس لیے کہ والد آپ کے ولی ہیں، اور یہ آپ کا حق بنتا ہے"۔ اس کے بعد فتویٰ کے بجائے تقویٰ اور رخصت (سمجھتے ہوئے) کے بجائے عزیمت کی تلاش میں نکل جانا دین کا تقاضا نہیں، شریعت اور حکمت کے مطابق بھی نہیں۔

باقی رہا یہ سوال کہ "کس قدر لے سکتی ہیں" تو اس کا تعین تو کوئی قانون نہیں کر سکتا۔ یہ تو آپ کو خود ہی طے کرنا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ گھر والوں کی روزمرہ کی زندگی میں شریک رہنا چاہیے۔ آپ کی سطح کی ایک عام لڑکی کو اوسط درجے کی زندگی گزارنے کے لیے جتنی ضرورت ہو، اتنا لینے میں کوئی ہرج نہیں۔

جب یہ لینے کی اجازت خود شریعت دے رہی ہے، تو اس پر وہ تمام وعیدیں کیوں وارد ہوں گی جو حرام غذا، حرام رزق اور حرام طعام کے بارے میں ہیں۔ آپ کے لیے تو یہ حرام نہیں۔ یہ سب شیطانی وسوسے ہیں۔ ان کا انجام یا تو زچ ہو جانا ہے اور فتنے میں پڑ جانا ہے، یا پھر اس مہم جوئی ہی سے دست بردار ہو جانا ہے۔ میرے علم میں ان حادثات کی کئی مثالیں ہیں۔ لوگ جتنی اطاعت کے مکلف تھے اس سے زیادہ کی جستجو میں لگ گئے، گویا انھوں نے اطاعت اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے سیدھے سادھے طریقوں کو کافی نہ سمجھا۔ پھر جو کچھ متاع پاس تھی، وہ بھی کھو بیٹھے۔

ہاں، شریعت کے حکم پر عمل کرنے کے باوجود ہر وقت دل میں ایک ہلکی سی خلش رہنا چاہیے، خراش نہیں جو جینا دوبھر کر دے۔ ہر وقت اللہ سے استغفار بھی کرتے رہنا چاہیے۔ اور دعا بھی کرنا چاہیے کہ آپ جس حالت میں ہیں، اس سے بہتر حالت عطا کرے۔ استغفار کے یہ معنی نہیں کہ آپ گناہ کر رہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو سو مرتبہ استغفار، توبہ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نصرت و فتح کے تکمیلی لمحے میں بھی استغفار کی ہدایت کی۔ اللہ کی راہ میں جان لڑانے والے ربانیوں (اہل اللہ) کا شعار بھی استغفار تھا" (آل عمران)۔

عزیمت اس میں دکھایئے کہ جان لگا کر دین کا کام کیجیے، وقت اور مال کی قربانی دیجیے، برائی کا جواب بھلائی سے دیجیے، نعمت پر اترانے کے بجائے شکر کیجیے، مصیبت میں جزع و فزع کے بجائے صبر، ہر کام کی نیت اللہ کی توفیق کی طرف کیجیے، غصے اور حسد پر قابو پایئے، عزت پر ہاتھ نہ ڈالیے --- آج کے دور میں تو حرام لقمہ سے اجتناب بھی یقیناً بڑی عظمت کا کام ہے، لیکن یہ سارے کام اس سے زیادہ بڑی عزیمت کے کام ہیں۔ میں آپ کو عزیمت اور تقویٰ کی یہی راہ دکھاتا ہوں۔

اس معاملے کا ایک پہلو اور ہے:

آپ کو یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہیے --- اور حکمت دین کے لحاظ سے یہ بڑی اہم بات ہے --- کہ ہم ایک ایسے جاہلی نظام کے شکنجے میں گرفتار ہیں کہ حرام سے بالکلیہ اجتناب ممکن نہیں۔ راستے کی گرد کی طرح ہر شخص کے ناک میں "سود" جاتا ہے۔ بیش تر لوگ "سود" کا کاروبار یا لین دین اس لیے نہیں کرتے کہ وہ اللہ کے نافرمان ہیں، بلکہ اس لیے کہ وہ مجبور ہیں۔ اگر آج انھیں سود سے پاک نظام نصیب ہو تو وہ بہ خوشی "سود" سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اس لیے اس نظام کو بدلنا سب سے اہم فرض ہے۔ اس کو بدلے بغیر اس قسم کے مسائل سے مفر نہیں۔ اس نظام کو بدلنے کے لیے، اسی بگڑے ہوئے معاشرے میں سے کم سے کم اتنی قوت درکار ہے جو اس نظام کو بدل سکے۔ آپ کا مقصد یہ نہیں کہ خود حرام سے بچ جائیں بلکہ اولین ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ انسانوں کے درمیان مل جل کر رہیں، اور ان میں سے اپنے مقصد کے لیے ضروری قوت فراہم کریں۔ اگر آپ کٹ جائیں، معاشرتی تعلقات میں افتراق پیدا کر دیں، آپ کا ملنا جلنا ختم ہو جائے، تو آپ کا یہ مقصد فوت ہو جائے گا۔ ہجر

(ترک) مطلوب ہے، لیکن ہجر جمیل۔ تکفیر و تفسیق اور ہجرت کی پالیسی ایک مسلمان امت اور مسلمان معاشرے میں، میری رائے میں، صحیح نہیں۔ اسی لیے مسلمانوں کو، قوم کو، بحیثیت مجموعی برا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی لیے ہر امیر کی اطاعت ہر امام کے پیچھے نماز اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، خواہ وہ فاسق ہو۔ اسی لیے مسلمان بھائیوں کے گھر میں کھانے پینے کے بارے میں چھان بین سے منع کیا گیا ہے۔ یہ ساری احادیث میری مرتب کردہ "کلام نبوی کی صحبت میں" میں مل جائیں گی، جسے ادارہ "منشورات" نے شائع کیا ہے۔

اگر آپ اپنے گھر میں، یا اپنے رشتے داروں کے گھروں میں کھانے پینے سے انکار کر دیں گی تو وہ ساری خرابی پیدا ہو گی جس کی طرف میں نے اشارا کیا ہے۔ پہلا مرحلہ تو ایمان پیدا کرنے کا ہے۔ خصوصاً آخرت اور جنت دوزخ پر۔ پھر حرام و حلال کی تمیز خود بخود پیدا ہو گی۔ آپ پہلے حرام و حلال کی ان بحثوں میں الجھا دیں گی تو کسی کی بھی اصلاح نہ کر سکیں گی۔ مقصود اصلاح ہے۔ حتی المقدور اور حکمت کے ساتھ، اپنے کو بچانا ہے۔ جب رشتے داروں کی آمدنی مشکوک ہو یا اس میں آمیزش یقینی ہو (جیسے انکم ٹیکس افسران اور بنک افسران کی آمدنی) ان کے ہاں نرمی، مسکراہٹ، فتویٰ بازی کے بغیر معاشرتی تعلقات رکھنا چاہییں۔ ضروری خاطر مدارات سے آگے فائدہ نہ اٹھانا چاہیے۔ ساتھ ہی ان کے دلوں کو آخرت کی جواب دہی کی تذکیر سے نرم کرنے کا کام جاری رکھنا چاہیے۔ یہی پہلو جمیل ہے، جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں۔ مصلح کے لیے اس سے زیادہ مہلک کوئی بات نہیں کہ لوگ سمجھیں یہ اپنے آپ کو ہم سے برتر اور زیادہ متقی سمجھتا ہے۔ یا وہ خود واقعی ایسا سمجھنے لگے۔ اس لیے کہ حق بات تو تواضع کے ساتھ ہی دلوں میں راہ پاتی ہے۔

ماں باپ کا معاملہ بہت نازک ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اولاد کو والدین کو نہی عن المنکر کرنا ہی نہیں چاہیے۔ میں اس کا قائل تو نہیں، لیکن یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ اس طرح کرنا چاہیے کہ ان میں کوئی تلخی اور ردعمل نہ پیدا ہو۔ حق کی خاطر ہی ہو، لیکن پھر بھی جہاں تک ممکن ہو، **فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا** کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے تو بہتر ہے، اور **وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا** پر عمل رہے۔ والدہ کے معاملے میں اسی کو ملحوظ رکھیے۔ کوئی غلط طریقہ اختیار نہ کیجیے۔

بنک کی ملازمت آج کل بلوہ عام بھی ہے۔ ہم سب بنک سے لین دین کرتے ہیں۔ بنک بیٹھ جائیں تو معیشت بیٹھ جائے گی۔ کل اسلامی بنک بنیں گے (یا آج جو بن چکے ہیں) ان کو وہی لوگ چلائیں گے جن کو بنک کاری کا تجربہ ہو گا۔ میں حاشا وکلا بنک کی ملازمت کو جائز ثابت نہیں کر رہا۔ لیکن جاہلی نظام کے اس شکنجے میں، قطع تعلق تک جائے بغیر، اس کے ساتھ نباہ کرنے میں ہرج نہیں سمجھتا۔ آپ کے والد کے ساتھ تو متبادل ذریعہ معاش نہ ہونے کی مجبوری بھی ہے۔ اس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ علما یہاں انھیں (آپ کو نہیں، اگر آپ کا اپنا ذریعہ معاش ہو) یہ رخصت دیتے ہیں کہ وہ یہ ملازمت کریں۔ کیونکہ فقر، کفر تک لے جا سکتا ہے۔ ایک طریقہ یہ

بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ایک ٹیوشن کے پیسے لا کر والدہ کے ہاتھ میں رکھ دیں۔ یہ نہ کہیں کہ یہ میرے اخراجات ہیں۔ نیت یہی کر لیں۔ اس سے تالیف قلب بھی ہو گی، آپ کے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو گا۔ حق ہونے کے باوجود نبچنے کی خواہش کی عملی صورت ہو گی۔ اور تعلق تو بہت ہی بہتر ہو جائے گا۔ اتنا کہ شاید آپ بالآخر ان سے غلط اور معصیت کے کام چھڑوانے میں کامیاب ہو جائیں۔

میں یہ مشورہ اس لیے نہیں دے رہا کہ یہ شرعاً ضروری ہے۔ یہ بھی نہیں کہہ رہا کہ آپ اور چار ٹیوشنیں کر کے اتنا لا کر دیں کہ آپ کے سارے اخراجات کے مساوی ہو۔ اتنی ٹیوشنیں کر کے آپ دین دنیا کے کسی کام کی نہ رہیں گی۔ لیکن کبھی بہ سہولت زیادہ آمدنی ہو سکے تو زیادہ بھی دیں۔

یہ بھی اچھی طرح یاد رکھیے کہ افراد کے لیے یہ دنیا دار الجزا نہیں، دارالامتحان ہے۔ اس لیے گھر کی اونچ نیچ کو ناجائز ذریعہ آمدنی کا نتیجہ سمجھنا صحیح نہیں۔ یہ بڑی کمزور دلیل ہے۔ بہت سے لوگوں کی آمدنی بڑے مظالم سے حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ راحت و مصیبت، سب امتحان کے لیے ہیں۔ ان کا فلسفہ ہی دوسرا ہے۔

جمعیت کے کام کے لیے دل جیت کر اجازت حاصل کرنے سے زیادہ پسندیدہ راستہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس میں تشویش کی کیا بات ہے۔

میں نے خرابی صحت کے باوجود اتنی تفصیل سے خط اس لیے لکھ دیا ہے کہ میں چاہتا ہوں آپ کا جذبہ ایمانی صحیح راہ میں لگے۔ غلط راہوں میں ضائع نہ ہو جائے۔ لیکن بس ایک بات ہے۔ جب کسی سے راہ نمائی چاہی جائے تو نیت اور ارادہ یہ ہونا چاہیے کہ جو راہ نمائی ملے گی اس پر چلیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی سوچ یا خواہش کے مطابق نہ ہو تو بحث پر اتر آئیں یا اب کسی تیسرے آدمی کا رخ کریں۔

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کریں۔ (خرم مراد)

امریکہ و کینیڈا میں ماہ نامہ ترجمان القرآن و روزنامہ جسارت اور دیگر تحریکی رسائل حاصل کرنے کیلئے درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم کیجیے۔

Islamic Education & Media

730 E 10St GF Brooklyn NY 11230 (718) 421 - 5428